ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ناہید غزل کے افسانوں میں سماجی مسائل کی پیش کش

ڈاکٹر عزیز الرحمان / ڈاکٹر تحسین بی بی
لیکچرار شعبہ اُردو، یونی ورسٹی آف بونیر، خیبر پختونخوا
صدر شعبہ اردو، قرطبہ یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

Dr. Aziz ur Rehman / Dr Tahseen Bibi
Lecturer Department of Urdu, University of Buner
Head of Department Urdu, Qurtuba University of Science & Technology, Peshawar

Abstract:
Women fiction writers also take the problems as a subject in their fictions. Naheed Ghazal has also reflected these problems of the society very well in her fictions. Naheed Ghazal has taken themes from his society for fiction and presented various social tragedies in the form of short stories with narrative effect. In his stories, there are also the sufferings of the weaker sections and the constraints of women. In this fiction, Naheed Ghazal has represented the important problems emerging in the society today, including inflation, and the middle class. Naheed Ghazal has clarified the different colours of social life in his fictions and has focused the attention of the readers towards these important social issues. They also make the story of the anxieties found in the society which seem trivial but go ahead and cause anxiety and chaos for an individual, a house, a family and in this context the society. The article under review presents an explanation of this important topic.

Key Words: **کلیدی الفاظ:**
طبقاتی تقسیم، نفسیات، تقسیم ہند، انسانی فطرت، ہجرت، فرسودہ، سماجی استحصال، عورت، طبعی، حیاتی، سماجی برائی

ادب زندگی کا عکاس ہے اور ادیب معاشرے کا نباض جو کچھ معاشرے میں وقوع پذیر ہو گا وہی کچھ ادیب اپنے ادب میں شعوری ولا شعوری طور پر پیش کرے گا۔ ہمارا معاشرہ آج کل گوناگوں مسائل کا شکار ہے۔ ان مسائل کی نوعیت اور جہتیں مختلف ہیں۔ اس جدید دور میں ایک طرف فرد انفرادی طور پر بھی مسائل کا شکار نظر آتا ہے تو دوسری طرف معاشرہ اجتماعی سطح پر مسائل و مصائب کی جکڑ بندیوں سے آزاد نہیں۔ ان مسائل میں سماجی اقدار کا معدوم ہونا، عورتوں کو درپیش مسائل، طبقاتی تقسیم کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل، دہشت گردی و بدامنی، مسلکی و مذہبی منافرت، ملکی سیاسی بحران، صنعتی تباکاریاں، کرپشن اور اقربا پروری، جنسی بے راہ روی، نیز فرد کو لاحق ذہنی و نفسیاتی مسائل جیسے خوف، ڈپریشن، تنہائی کا احساس، معدومی کا احساس وغیرہ شامل ہیں۔ اس لیے جدید دور کے ادیب نہ صرف فرد کے اندرون میں جھانک کر اس کی نفسیات کی عکاسی کرتا ہے بلکہ خارجی حالات کو دیکھ کر معروض کو پیش کرتا ہے۔ بقول ڈاکٹر عائشہ سلطانہ:

> " ہر ادیب اپنے عہد کے سماجی اداروں اور سماجی مسائل سے متاثر ہوتا ہے اور اپنی تخلیقات کا خام مواد بھی سماجی حالات سے اخذ کرتا ہے۔ وہ سماج کو بدلنے اور ایک بہتر سماج قائم کرنے کے لیے قارئین کے دل و دماغ میں ایک نیا سماجی شعور بیدار کرتا ہے۔ یا ان کے ذہنوں میں سماجی برائیوں کے تئیں احتجاج اور بغاوت کے جذبات پیدا کرتا ہے ادب سے ہر دور میں سماجی اصلاح اور ذہنی بیداری کا کام لیا گیا ہے"۔(1)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اردو افسانہ روز اول ہی سے سماج کا نمائندہ رہا ہے۔ پریم چند نے سماجی زندگی کے مسائل و مصائب ہی کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ اس کے بعد بھی اردو افسانے میں سماجی مسائل کے بیان کا تسلسل پایا جاتا ہے۔ معاشرے کے عمومی مسائل کے ساتھ ہی خصوصی مسائل کو بھی ہر دور کے افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں پیش کیا ان خصوصی مسائل سے مراد وہ مسائل ہیں جو ایک خاص دور میں سامنے آئے ہیں جیسے 1947ء میں ہندوستان کی تقسیم کا واقعہ پیش آیا۔ اس تقسیم کے دوران دونوں ہندوستان اور پاکستان دونوں ممالک کے عوام کو شدید تکالیف سے گزرنا پڑا اور افسانہ نگاروں نے ان تکلیف دہ حالات و واقعات کو افسانوں کا موضوع بنایا۔ یہ دور افسانے میں نئے موضوعات کا دور تھا۔ ان موضوعات کو اکیسویں صدی کے افسانوں میں بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ ہندوستان سے آنے والے لُٹے پٹے مہاجرین کے مسائل اور یہاں ان کی آبادکاری میں پیش آنے والے مسائل نے افسانے میں جگہ پائی۔ خصوصی واقعات میں جب سیلاب اور دہشت گردی جیسے حالات بھی شامل ہیں۔ افسانے میں ان تمام مسائل کا ذکر ملتا ہے۔ مرد افسانہ نگاروں کے ہاں سماج کے حقیقی مسائل کا ذکر زیادہ ملتا ہے جب کہ خواتین افسانہ نگاروں کے ہاں کافی کم ملتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سماج کے کئی مسائل کا تعلق گھر سے باہر کی زندگی سے ہوتا ہے۔ باہر کی زندگی سے خواتین کا واسطہ قدرے کم پڑتا ہے۔ اس لیے ان مسائل ان کے افسانوں میں کم بیان ہوئے ہیں۔ لیکن سماج کے بڑے بڑے مسائل مرد و خواتین کے ہاں ایک جیسے پائے جاتے ہیں جیسے جنگ، قدرتی آفات اور دہشت گردی وغیرہ۔ سماج کے ان خصوصی و عمومی مسائل کو خواتین افسانہ نگاروں نے بھی بطور موضوع اپنے افسانوں میں برتا ہے۔ سماج کے ان مسائل کی ناہید غزل نے بھی اپنے افسانوں میں بڑی خوب صورتی سے عکاسی کی ہے۔

ناہید غزل نے افسانوں کے لیے اپنے سماج سے موضوعات اٹھائے ہیں اور مختلف سماجی المیوں کو کہانیوں کے روپ میں بیان کے اثر کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کی کہانیوں میں کمزور طبقات کے دکھ بھی ہیں اور عورت کی مجبوریاں بھی۔ ان کے افسانوں کا مجموعہ "آدم حوا کائنات" میں ان کی کہانیوں پر حمید شاہد نے اپنے تاثرات قلمبند کیے ہیں اور ان کی کہانیوں کے سماجی پہلوؤں اور موضوعات کو ذیل کے الفاظ میں بیان کیا ہے:

" ناہید غزل کی ان کہانیوں کا قاری، موضوع ہو جانے والے قضیوں کو اپنی تمام جہات سے اور پوری شدت کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔ کوئی حادثہ ہو یا کمزور طبقات کے دکھ، گرے پڑے افراد کی نارسائیاں ہوں یا مردوں کے مقابلے میں عورت ذات کی مجبوریاں، سب ناہید غزل کے محبوب موضوعات رہے ہیں۔ بظاہر یہ ایسے موضوعات ہیں جن کی طرف ہمارا اردو افسانہ بار بار متوجہ ہوتا رہا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ ہر بار یوں لگتا رہا ہے جیسے اب بھی حسی سطح پر ایسا بہت کچھ ہے جو پوری طرح فکشن کا متن نہیں ہو سکا۔ ہو سکتا ہے ناہید غزل کے ہاں بھی یہی احساس انہیں ان موضوعات کی طرف لے جاتا رہا ہو۔ تاہم میں سمجھتا ہوں کہ انہیں کہانی کے بہاؤ کو روک کر قضیے بیان کرنے کی بجائے بیانیے کا ایک خاص آہنگ تشکیل دینے کی طرف آنا ہو گا۔ خیر یہ کہانیاں بھی اپنے قاری کی توجہ ہتھیا کر اس کی جھولی میں سماج کے سلگتے مسائل کے حوالے سے بہت سی کارآمد باتیں ڈال سکتی ہیں"۔(2)

ناہید غزل نے افسانہ "واہ حوا" میں ایک بھکارن عورت کا نقشہ پیش کیا ہے جو انتہائی بوسیدہ کپڑوں میں کیچڑ میں لت پت بھیک مانگتی ہے۔ بھکارن عورت بڑی مشکل سے اپنا گزر بسر کر رہی تھی اور ایک جگہ بھیک مانگنے کے لیے کشکول پکڑے بیٹھی تھی۔ افسانہ نگار نے اس کی حالت کی تصویر کشی یوں کی ہے:

" اس پر پڑنے والی میری پہلی نظر انسانی فطرت کے بموجب تمسخرانہ تھی۔ دوسری نظر میں حیرت تھی اور جب میں نے اسے غور سے دیکھا تو میری آنکھوں میں تاسف، ہمدردی، ترس اور رحم کے ملے جلے تاثرات تھے۔ شاید اس کا آدھا جسم فالج سے متاثر تھا۔ تبھی وہ ایک بازو اور ایک ٹانگ کے ذریعے زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ سر کے بال جو پتہ نہیں کتنے عرصے سے نہیں دھلے تھے رسوں کی طرح چہرے کے ارد گرد لٹک رہے تھے۔ چہرے کے نقوش سخت سردی، کیچڑ کی ٹھنڈک اور گھسٹنے کی اذیت سے ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میل سے رنگ بدلے ہوئے کپڑے لیر الیر تھے اور میری ہی صنف سر بازار نیم عریاں، کشکول بدست میرے لیے باعث عبرت تھی۔"(3)

ناہید غزل نے اپنے اس افسانہ میں سماج میں ابھرنے والے آج کل کے اہم مسائل جن میں مہنگائی، افراطِ زر شامل ہیں اور مڈل کلاس طبقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے کہتی ہیں:

"ہائے ہم یہ مڈل کلاس کے لوگ اس مہنگائی، افراط زر اور طبقاتی ریس میں سب سے زیادہ کچلے جاتے ہیں۔ ہمیں اپنی سفید پوشی کا بھرم بھی رکھنا ہوتا ہے۔ اپنے ہم عصروں پر سبقت بھی لے جانا چاہتے ہیں۔ اور وسائل بھی ہمارے پاس کم ہوتے ہیں"۔(4)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ناہید غزل کا افسانہ "ہجرت" بھی سماج کی حقیقی صورت پیش کرتا ہے اور سماج کی بے حسی سے پردہ اٹھاتا ہے۔ ایک انتہائی مفلس عورت جس کے خاوند کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ گھاس پھونس کی جھونپڑی میں رہتی ہے اپنے بچوں کو کھانا بھی نہیں کھلا سکتی۔ وہ ہر دروازے پر گئی مگر کسی نے بھی اس کی دستگیری نہیں کی۔ فاقوں سے تنگ آکر آخر اس نے یہاں سے ہجرت کرنے کی ٹھانی لیکن یہ ہجرت کسی اور بستی یا شہر کی جانب نہیں تھی بلکہ اس نے اپنی زندگی اور سماج سے مایوس ہو کر زندگی ہی سے ہجرت کا فیصلہ کر لیا تھا۔ افسانہ میں اس مفلس عورت کی حالت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

" اس کی آنکھیں جن میں حسرت تھی، خوف تھا، مایوسی اور اداسی تھی لیکن کچھ کرنے کا اٹل ارداہ بھی تھا، اُن پر پڑ رہی تھیں جو کسی کھاتے پیتے خوشحال گھرانے میں ہوتے تو لعل ہوتے۔ یہاں مٹی پہ پڑے مٹی کا مال لگ رہے تھے۔ بظاہر وہ سو رہے تھے لیکن در حقیقت وہ سسک رہے تھے۔ پر سکون نیند بھی تو اس وقت آتی ہے جب پیٹ میں روٹی ہو، تن پر لباس ہو۔ آرام دہ بستر ہو۔ بھوکے پیٹ، ننگے تن، مٹی کے بستر پر تو صرف سسکا ہی جا سکتا ہے۔ سو وہ بھی نقاہت سے آنکھیں بند کیے سسک رہے تھے۔ بس یہ غنیمت تھا کہ اب ماں کو تنگ نہیں کر رہے تھے۔ اس سے کھانا نہیں مانگ رہے تھے۔ شاید اب ان میں ضد کرنے کی سکت بھی باقی نہ رہی تھی۔ وہ کبھی ان کو دیکھتی کبھی گھاس پھونس کی کوٹھڑی کے چاروں طرف نظر ڈالتی جہاں کبھی اس نے اچھے دن گزارے تھے۔ ہجرت کا دلخراش فیصلہ کرنے سے پہلے اس نے بارہا سوچا تھا میرا یہاں ہے کیا؟ صرف یہ ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی اور بے نام و نشان قبر میں سویا میرا سہاگ جس کی حادثاتی موت کے دو ماہ بعد یہ تیسرا بیٹا پیدا ہوا تھا جو اب چار سال کا ہے اور جس کا صرف سر باقی ہے دھڑ سوکھ کر کانٹا ہو چکا ہے"۔(5)

اس فاقہ کش عورت کی یہ حالت بیان کرنے کے بعد ناہید غزل نے اس کی ہجرت کے واقعے سے پردہ اٹھایا۔ اس کی ہجرت بچوں سمیت خود کشی تھی۔ دریا میں چھلانگ لگانا اور ڈوب مر کر اس زندگی کی ایسی اذیتوں سے نجات حاصل کرنا تھا کہ معصوم بچوں کو کھانا بھی نہ کھلا سکتی تھی۔ عورت کی ہجرت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

" جب یہاں سے ہمارا رزق اٹھ چکا ہے تو ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے۔ آج آخری رات یہاں گزار کر صبح ہم نے یہ جگہ چھوڑ جانی ہے۔ جب بندہ ایک فیصلے پر پہنچ جاتا ہے تو دل کو سکون آ جاتا ہے۔ یہی اس کے ساتھ بھی ہوا۔ دل کے اندر جیسے سکون، شانتی، طمانیت کے دریا اتر آئے۔ بے حد پر سکون ہو کر اس نے بھی گھٹنے پانچ چھ دن کے بھوکے پیٹ سے لگا کر آنکھیں موند لیں اور صبح کی اخباروں میں مخلوق خدا نے یہ سرخی لگی دیکھی کہ:"ایک عورت نے مسلسل فاقوں اور اور بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر تین بچوں کو ہمراہ خود کو دریائے سندھ کی لہروں کے سپرد کر دیا۔"(6)

اس افسانے میں ناہید غزل نے ایک فاقہ کش عورت اور اس کے بھوکے بچوں کی حالت کے ساتھ ساتھ سماج کی بے حسی کو بھی نمایاں کیا ہے لیکن عورت کی خودکشی کے بعد جب کہ کہانی اپنے اختتام کو پہنچ جاتی ہے اس کے بعد بھی سماج کی اصلیت سے پردے اٹھائے ہیں کہ کس طرح ایک مسلمان معاشرے میں اسلامی تعلیمات پڑھی تو جاتی ہیں لیکن ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ تاریخ اسلام کے قابل فخر واقعات درسی کتابوں میں ذوق و شوق سے پڑھے جاتے ہیں اور بحیثیت قوم ان پر فخر کیا جاتا ہے لیکن ان کا اثر نہیں لیا جاتا۔ افسانے کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

" کہیں لوگ یہ خبر پڑھ کر تبصرہ کر رہے تھے کہ اس کا وبال ساری بستی پر نازل ہو گا۔ کہیں مسلمانوں کے بچے سکولوں میں اسلامیات میں یہ حدیث شریف رٹ رہے تھے کہ "جو شخص خود سیر ہو کر کھانا کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے تو وہ مومن نہیں" اور کہیں تاریخ کا کوئی طالب علم کسی خلیفہ راشد کا وہ زریں عہد یاد کر رہا تھا جس میں وہ اپنی ریاست میں بھوک سے مر جانے والے کتے کا بھی خود کو ذمہ دار سمجھتے تھے۔ اور اللہ کے خوف سے لرزتے رہتے تھے اور کہیں ریڈیو، ٹی وی، اخباروں میں زکوۃ فنڈ کے اعداد و شمار یہ بتا رہے تھے کہ کس طرح عوام سے لی گئی جبری زکوۃ کے لاکھوں کروڑوں روپے غریبوں، ناداروں، غریبوں اور یتیموں بیواؤں پر خرچ کیے گئے ہیں"۔(7)

ناہید غزل نے معاشرے کے ایک اہم المیے کو حقیقی صورت میں موضوع بنایا ہے۔ بھوک اس معاشرے سے تاحال ختم نہیں ہوئی۔ ایک اسلامی معاشرہ ہونے کے ناطے لوگ محتاجوں کی مدد کرنے کی اہمیت جانتے ہیں اور اس ضمن میں اسلامی تعلیمات سے بھی آگاہ ہیں لیکن عملی طور پر وہ بے کسوں اور فاقہ کشوں تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ حکومتوں کے اقدامات بھی اس ضمن میں برائے نام ہیں۔ افسانہ نگار نے جبری زکوۃ کا ذکر کیا ہے۔ کروڑوں اربوں کی زکوۃ مستحقین تک نہیں پہنچ نہیں پاتی اس میں بھی بدعنوانیاں سامنے آتی ہیں۔ یہ ایسے سماج کی حالت ہے جو قرآن اور احادیث میں محتاجوں کی کفالت کے بارے میں تعلیمات سے خوب واقف ہیں لیکن عملی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

طور پر اپنے مذہبی احکامات کو بھی پورا نہیں کیا جاتا۔ اسی کو سماج کا دوغلا پن کہا جاتا ہے۔ یہی ایک سماج کی غیر منصفانہ اور غیر حقیقی صورت ہے اور اس قسم کے معاشروں کو صحت مند اور مہذب معاشرہ نہیں کہا جاسکتا۔

معاشرے میں جوں جوں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں ادیب بھی ان بدلتے حالات وواقعات کی عکاسی کرتا ہے۔ معاشرے جامد نہیں ہیں تو ادب بھی جامد نہیں رہ سکتا کیوں کہ وہ اپنے معاشرتی اقدار وروایات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ سابقہ اقدار وروایات میں شکست وریخت ہوتی ہے اور نئی قدریں اور نئی روایات قائم ہوتی ہیں تو ادیب ان تبدیلیوں کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو بغور دیکھتا اور ان سے اثرات قبول کرتا ہے۔

"جس طرح انسان طبعی اور حیاتی طور پر ارتقا پاتا رہا اس طرح اس کا معاشرہ بھی ارتقائی منزلیں طے کرتا رہا۔ جغرافیائی اور طبعی حالات اور خاص طور سے معاشی حالات کی تبدیلی سے انسان کے انسان کے ساتھ تعلقات بدلتے رہے۔ ابتدائی انسان سے موجودہ انسان تک معاشرے میں ایک خاص تسلسل اور ربط پایا جاتا ہے۔ جس طرح طبعی اور حیاتی ارتقا میں خاص اصول کارفرما ہوتے ہیں اسی طرح انسانی معاشرہ بھی اپنی ارتقائی منزلوں میں خاص قوانین کی پابندیاں کرتا ہے۔ جب انسانی معاشرہ ایک دور سے دوسرے دور میں آجاتا ہے تو تمام علوم وفنون، مذاہب، قوانین غرض کہ معاشرے کے تمام اجزا میں تغیر اور تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے"۔(8)

معاشرے میں پائی جانی والے رسم ورواج بھی معاشرے کی اصل تصویر دکھاتے ہیں۔ بعض فرسودہ رسومات تاحال کسی نہ کسی شکل میں معاشرے میں موجود ہیں اور صحت مند وخوشحال معاشرے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ ان میں جہیز بھی ایک بڑے سماجی مسئلے کی صورت میں اپنی تمام تر قباحتوں کے ساتھ موجود ہے۔ مالی طور پہ کمزور خاندانوں کی بچیاں جہیز کم ہونے یا نہ ہونے کے باعث رشتہ مانگنے والوں کے لیے قابل قبول نہیں ہوتیں۔ اگر ایک معاشرے میں محض جہیز کے سبب لڑکیاں شادی کرنے سے رہ جاتی ہیں تو ایسے معاشرے کو ایک مہذب اور صحت مند معاشرہ کیسے کہا جاسکتا ہے۔ ایسا معاشرہ جہاں لڑکی کی خاندانی شرافت، حیا اور سلیقہ شعاری کو نہیں دیکھا جاتا، اس کی خوبصورتی کی قدر نہیں کی جاتی اور صرف اور صرف نظریں اس بات پر لگائی جاتی ہیں کہ کیا اس کے ساتھ بھاری جہیز بھی آئے گا کہ نہیں۔ اگر جہیز کی امید نہیں ہے تو ایسے رشتے کرنے میں دلچسپی نہیں لی جاتی۔ یہ معاشرے کا ایک بڑا المیہ ہے جس میں سارا ہی معاشرہ شریک ہے۔ یہ بھی معاشرہ ہی کی خواتین ہوتی ہیں کہ جو جہیز نہ لانے والی لڑکی کو طعنے دیتی ہیں۔ ناہید غزل کا افسانہ "خالی ہاتھ" اس اہم سماجی مسلے کا بہترین عکاس ہے:

" معاشرے کے غلط رسم ورواج کی بھینٹ چڑھی ہوئی وہ مظلوم کنواریاں جو اپنے جذبات کی بھٹی میں تپ تپ کر بڑھاپے کی دہلیز پر آکھڑی ہوتی ہیں اور وہ ہم نوواردوں کی زیادہ مشتاق ہوتی ہیں اور میرا تجربہ یہ ہے کہ ہمیں اس راہ پر چلانے والی یہی ہستیاں ہیں۔ اب جانے قصور کس کا ہے۔ اس معاشرے کا جس نے جہیز کی رسم بنا کر اور خانفانوں اور ذاتوں کے پیمانے بنا کر شادی جیسے اہم فریضے کو بھی جوئے شیر بنادیا ہے کہ ہر ایک کا تیشہ یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔ اور سو میں سے کم از کم ساٹھ فیصد لڑکیاں ان رسموں کی بھینٹ چڑھ کر یا تو اپنے جذبات واحساسات کی قربان گاہ پر خود کو پیش کر کے دین ودنیا میں سرخرو ہو جاتی ہیں اور جو اس قدر حوصلہ نہیں پاتیں وہ غلط راستے اپنا کر اپنی اور دوسروں کی زندگیاں بھی برباد کرنے کا باعث بنتی ہیں"۔(9)

ناہید غزل نے اپنے افسانوں میں سماجی زندگی کے مختلف رنگ واضح کیے ہیں اور پڑھنے والوں کی توجہ ان اہم سماجی مسائل کی طرف مرکوز کی ہے۔ وہ معاشرے میں پائی جانے والی ان بے چینیوں کو بھی کہانی کا موضوع بناتی ہیں جو بظاہر معمولی محسوس ہوتی ہیں لیکن آگے جا کر ایک فرد ایک گھر ایک خاندان اور اس تناظر میں معاشرے کے لیے بے چینی اور انتشار کا باعث بنتی ہیں۔ ایک لکھاری حساس ہوتا ہے اور اپنی ذہنی صلاحیت اور حساس طبیعت کے باعث دوسرے افراد کے مقابلے میں حالات وواقعات کو زیادہ شدت سے محسوس کرتا ہے۔ وہ بعض حالات کے ممکنہ نتائج کا بھی ادراک رکھتا ہے جو مستقبل میں رونما ہو سکتے ہیں۔ وہ مستقبل میں بڑے مسائل ومصائب کی نشاندہی بھی کرتا ہے اور ان سے معاشرے کو محفوظ رکھنے کے لیے ذہنوں کو بیدار اور تیار کرنے کی بھی سعی کرتا ہے۔ اس صوت حال کی مختلف جہات پر ناہید غزل نے افسانے تخلیق کیے ہیں اور سماجی ناانصافی کے خلاف اپنا ذہن اور قلم استعمال کیا ہے۔ ایک ملک اور معاشرے کے ابتر حالات میں کوئی بہتری نہ آئے تو لوگوں میں مایوسی پھیلتی ہے۔ سماجی ناامیدی اور مایوسی معاشرے کو ذہنی طور پر بیمار بناتی ہے۔ لوگوں کا اپنے ملکی نظام سے یقین اٹھنے لگتا ہے۔

"ہمارا ملک ایک لق ودق صحرا ہے جس میں شادابی اور زندگی کا نام ونشان نہیں ہے۔ ملک کا ذرہ ذرہ دکھ کی تصویر بنا ہوا ہے۔ ہمیں اس غم واندوہ کو مٹانا ہے۔ اور از سر نو زندگی کے چمن میں آبیاری کرنی ہے۔ ادیب کا فرض ہونا چاہیئے کہ ملک میں نئی زندگی کی روح پھونکے۔ بیداری اور جوش کے گیت گائے۔ ہر انسان کو امید اور مسرت کا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

پیغام سنائے اور کسی کو ناامید اور ناکارہ نہ ہونے دے۔ ملک اور قوم کی بہی خواہی کو ذاتی اغراض پر ترجیح دینے کا جذبہ ہر چھوٹے بڑے میں پیدا کرنا ادب کا فرض عین ہونا چاہیے"۔(10)

کوئی بھی معاشرہ برائیوں سے پاک نہیں ہوتا لیکن تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ معاشروں میں سماجی برائیاں کم اور معمولی نوعیت کی ہوتی ہیں جب کہ پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک میں ان کی کثرت پائی جاتی ہے اور نوعیت بھی شدید ہوتی ہے۔ افراد کا کردار وعادات جن میں جھوٹ، دھوکہ دہی، فریب، منافقت، وعدہ خلافی، جھوٹی گواہی، چوری، ملاوٹ، مادہ پرستی، کمزوروں پر جبر واستحصال وغیرہ کے سماجی برائیاں ایک معاشرے کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ ان تمام سماجی برائیوں اور ان کے مضر نتائج کو ناہید غزل نے اپنے افسانوں میں کثرت سے موضوع بنایا ہے۔ مختلف کردار تخلیق کر کے مختلف نوعیت کی کہانیوں میں ان برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جدید افسانہ میں سماجی مسائل کے موضوعات ناہید غزل کے افسانوں میں کثرت سے ملتے ہیں۔ جو ان کے افسانوی ادب کی پہچان ہیں۔

حوالہ جات:

1۔ عائشہ سلطانہ، ڈاکٹر، مختصر اردو افسانے کا سماجیاتی مطالعہ، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس اشاعت دوم، 2006، ص25

2۔ ناہید غزل، آدم حوا کائنات، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2017، ص10

3۔ ناہید غزل، واہ حوا، ایضاً، ص12

4۔ ایضاً، ص14

5۔ ناہید غزل، ہجرت، ایضاً، ص16

6۔ ایضاً، ص17

7۔ ایضاً، ص17

8۔ کلیم اللہ، سماج کا ارتقا، لاہور: سنگم پبلشرز لمیٹڈ، 2003، ص76

۹۔ ناہید غزل، خالی ہاتھ، ایضاً، ص۱۰۰

10۔ سردار علی جعفری، ترقی پسند تحریک کی نصف صدی، لاہور: مکتبہ خلیل، س ن، ص32